Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:3 (1975)

حج اور روحانیت

حافظ محمد یونس

حج کا تعلق زیادہ تر روحانیت سے ہے، انسان کو یکسوئی کے ساتھ عبادت کرنے کا موقع ملتا ہے، وہ گھر سے نکلتا اسی کام کے لئے ہے، ان ایام میں اسے اذکار، اوراد اور عبادات کے سوا کوئی کام نہیں ہوتا۔ وہ دن رات اسی خیال میں مگن رہتا ہے کہ شاید میری کوئی ادا خالق کائنات کو پسند آجائے اور حج مبرور کی سعادت حاصل ہو جائے۔ وہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے دیوانہ وار لبیک لبیک کی مستانہ رٹ لگاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اپنے عزیز و اقارب اہل و عیال اور دیگر متعلقین کو خیرباد کہہ کر تیرے حضور حاضر ہوں۔ اور ایمان و ایقان کی پختگی کا متمنی ہوں، تیرے پاکیزہ اور مقدس بندوں کی پیروی میں سرگرداں ہوں، جن پر تو نے انعام و اکرام کی بارش کی اور اپنی رضامندی کا اظہار یوں فرمایا کہ وترکنا علیہ فی الآخرین، سلام علی ابراہیم۔ کذالک نجزی المحسنین (الصّٰفّٰت۔ ۱۱۰) وہ دیوانوں کے لباس میں دنیا و ما فیہا سے بے خبر چکر پہ چکر کاٹتا ہے اور ہر چکر کے خاتمے پر ایک سیاہ رنگ کے پتھر پہ اپنے ہونٹ رکھ دیتا ہے، اسے چومنے میں اس کو ایسی روحانی لذت محسوس ہوتی ہے جس کا اظہار لفظوں میں ناممکن ہے۔ حضرت عمرؓ جیسا محتاط اور کفر و شرک کے نام تک پر چونک جانے والا شخص بھی حجر اسود کو چوم کر بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ اگر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے بوسہ نہ دیا ہوتا تو میں تیری طرف دیکھتا بھی نہ۔ کیونکہ تیری اصل تو ایک پتھر ہی ہے اور ایک پتھر کو والہانہ چومنا کہاں کی عقلمندی ہے لیکن اس پتھر کو ایک عظیم المرتبت پیغمبر سے نسبت ہے۔ جس کی بنا پر یہ سر توڑ کوشش کی جاتی ہے۔ حج ایک جامع عبادت ہے اس میں انفرادیت اور اجتماعیت کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ اس میں انسان اللہ کے راستے میں مصائب و تکالیف کو برداشت کرتا ہے۔ بہت سی نعمتوں کو اللہ کے حکم کی تعمیل میں ترک

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

کر دیتا ہے۔ ہر وقت تسبیح و تہلیل۔ اور ذکر اذکار میں مشغول رہتا ہے اور لبیک لبیک کی پکار سے اپنی بندگی و اطاعت شعاری کا عہد کرتا ہے۔ سرمستی و بے خودی کا ایک عالم ہوتا ہے۔ زبان سے مغفرت کی دعائیں نکلتی ہیں آنکھوں سے ندامت کے آنسو بہتے ہیں۔ انسان دیوانہ وار صفا و مروہ کی سعی کرتا ہے گویا روٹھے ہوئے محبوب کو منانے کی فکر میں سرگرداں ہے۔ اللہ کے گھر کا طواف کرتا ہے۔ اس کے درو دیوار سے چمٹ کر آہ و زاری کرتا ہے۔ اُس کے سنگ وخشت کو چومتا ہے۔ اپنی بے بسی و انکساری کا والہانہ اظہار کرتا ہے۔ حکم ہوتا ہے تو نمازوں کو جمع کر کے ادا کرتا ہے۔ وقوف کا حکم ملتا ہے تو رک جاتا ہے۔ کوچ کا نقارہ بجتا ہے تو نکل کھڑا ہوتا ہے۔ اپنی کوئی مرضی نہیں، اپنا کوئی اختیار نہیں، خود سپردگی کا ایک عجیب منظر ہے۔ قربانی کا حکم ہوتا ہے تو جانوروں کا خون بہا دیتا ہے۔ مختصر یہ کہ حج مختلف عبادات کا جامع ایک ایسا فریضہ ہے کہ جس میں اطاعت و سپردگی، عشق و محبت اور آہ و زاری کا بدرجہ اتم مظاہرہ ہوتا ہے۔ جس سے روح کو بالیدگی ملتی ہے۔ اور روحانیت کا ارتقاء ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کی فضیلت بھی اپنی نوعیت کی ہو۔

حج بیت اللہ سے قلب و دماغ اس قدر مسرور ہوتا ہے۔ اور روح تجلیاتِ الٰہی سے اس قدر معمور ہو جاتی ہے کہ انسان بار بار حج کی خواہش کرنے لگتا ہے، اس کی حالت اس عاشق سے کسی طرح کم نہیں ہوتی جو ایک بار وصلِ محبوب سے بہرہ یاب ہونے کے بعد جدائی کے کٹھن لمحات گزار رہا ہو۔ اور فراق کی گھڑیوں کے ختم ہونے کی دعائیں مانگتا ہو غرضیکہ جو شخص ایک دفعہ حج کے ثمرات سے شاد کام ہو جاتا ہے۔ اس کے سینے میں ہر وقت زیارت بیت اللہ کی امنگ انگڑائیاں لیتی رہتی ہے۔ دیکھئے حضرت امام ابوحنیفہؒ پچپن حج فرماتے ہیں اس کے باوجود طبیعت سیر نہیں ہوتی اور روح کی تشنگی باقی رہتی ہے۔

حقیقت ہے کہ جب تک انسان کسی کام کا تجربہ نہیں کر لیتا اس وقت تک اس کے ثمرات و مضرات کا مشکل ہی سے اندازہ لگا سکتا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں روایت ہے کہ جب تک انہوں نے حج نہیں کیا تھا انہیں اس معاملہ میں تردد تھا کہ اسلامی عبادات میں سے سب سے اہم اور افضل عبادت کون سی ہے۔ مگر جب انہوں نے حج کر لیا اور ان بے حد

حساب فائدوں کو دیکھا، جو اس عبادت میں پوشیدہ ہیں، اور روحانیت کے اعلیٰ مدارج کا مشاہدہ کیا، تو بلا تامل پکار اٹھے کہ یقیناً حج سب سے افضل عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو انسان کی اس فطری کمزوری کا علم ہے کہ جب تک کوئی حقیقت اس کی کوتاہ بین نگاہ اور کم فہم عقل کی گرفت میں نہیں آتی۔ وہ اپنے فکر و عمل کو اس کے مطابق درست کرنے پر کم ہی آمادہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعمیر بیت اللہ کی تکمیل پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا۔ واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق (الحج ۲۷) (اور لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ پا پیادہ یا دبلی پتلی سواریوں پر ہر تنگ راستے سے حج کے لئے آئیں) اور واضح طور پر اس کی غایت یہ بیان کی گئی۔ لیشھدوا منافع لھم ویذکروا اسم اللہ (الحج ۲۸) (تاکہ وہ اپنے فائدے دیکھیں جو ان کے لئے رکھے گئے ہیں اور اللہ کے نام کو یاد کریں)

حج کا مقصد دراصل یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو کامل طور پر اپنے رب کے حوالے کر دے اور مسلم حنیف بن جائے۔ اس میں صفات محمودہ پیدا ہوں۔ سیرت و کردار کی تعمیر ہو۔ روحانی ترقی اور اخلاقی بالیدگی کی راہ ہموار ہو۔ نفس کا تزکیہ ہو۔ تقویٰ کی روح بیدار ہو۔ خدا سے تعلق استوار ہو۔ خدا کی اطاعت، اس کی بندگی اور اس کی محبت ہر چیز پر غالب آجائے۔ نفس کی اصلاح کے بغیر کوئی اصلاح ممکن نہیں اور نفس کی اصلاح کا مؤثر ترین ذریعہ وہ عبادات ہیں جو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کی ہیں۔ حج کی سعادت درحقیقت خدا کی طرف سے اس بات کی توفیق ہے کہ اصلاح حال کی تمام مستند کوششوں کے باوجود جو کھوٹ اور نقص رہ جائے۔ وہ ارکانِ حج اور مقامات حج کی برکت سے دور ہو جائے اور حج سے ایسا پاک صاف ہو کر لوٹے کہ گویا اس نے آج ہی جنم لیا ہے، اب یہ دیکھنے کے لئے کہ آیا کس نے خدا کی اس توفیق سے واقعی فائدہ اٹھایا ہے اور کون موقع پانے کے باوجود محروم رہ گیا تو اس کی کسوٹی یہ ہے کہ حج کے بعد کی زندگی اور زندگی کی سرگرمیوں کو دیکھیں۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ کس کا حج واقعی ادا ہوا ہے۔ اور کون حج کے سارے ارکان ادا کرنے اور بیت اللہ کی زیارت کرنے کے باوجود اس سعادت سے محروم ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو شخص حج کی توفیق کے باوجود اصلاحِ حال سے محروم رہ جائے تو بہت ہی کم توقع رہ جاتی ہے کہ کسی اور تدبیر سے

اس کی اصلاح ہو سکے۔ اس لئے انتہائی ضروری ہے کہ عازم حج اپنے جذبات واحساسات اور ارادوں کا اچھی طرح جائزہ لے حج کے ایک ایک رکن اور عمل کو پورے اخلاص اور شعور کے ساتھ ادا کرے۔ اور حج کی ان برکات سے متمتع ہو جن کے لئے حج فرض کیا گیا ہے۔

حضرت جنیدؒ بغدادی کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، بیت اللہ سے واپس آیا تھا لیکن اس کی زندگی پر حج کا کوئی اثر نہیں تھا۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا۔

"تم کہاں سے آرہے ہو؟"

"حج بیت اللہ سے واپس آرہا ہوں" مسافر نے جواب دیا۔

"کیا تم حج کر چکے ہو؟" حضرت نے حیرت سے دریافت کیا۔

"جی ہاں۔ میں حج کر چکا ہوں" مسافر نے جواب دیا۔

حضرت نے پوچھا "جب تم حج کے ارادے سے گھر بار چھوڑ کر نکلے تھے تو اس وقت تم نے گناہوں سے بھی کنارا کر لیا تھا یا نہیں؟"

"حضرت! میں نے اس طرح تو نہیں سوچا تھا" مسافر نے جواب دیا۔

"تو پھر تم حج کے لئے نکلے ہی نہیں" پھر دریافت فرمایا "اس مبارک سفر میں تم نے جو منزلیں طے کیں اور جہاں جہاں راتوں کو قیام کیا تو کیا تم نے اس دوران قرب الٰہی کی منزلیں بھی طے کیں اور اس راہ کے مقامات بھی طے کئے؟"

"حضرت اس کا تو مجھے دھیان بھی نہیں تھا" مسافر نے سادگی سے جواب دیا۔

"تو پھر تم نے نہ بیت اللہ کی طرف سفر کیا اور نہ اس کی طرف کوئی منزل طے کی" پھر دریافت فرمایا۔

"جب تم نے احرام باندھا اور اپنے روزمرہ کے کپڑے اتارے تو کیا تم نے اس کے ساتھ ہی اپنی بری عادتوں اور خصلتوں کو بھی اتار پھینکا تھا؟"

"حضرت اس طرح تو میں نے غور نہیں کیا تھا" مسافر نے صاف جواب دیا۔

"پھر تم نے احرام بھی کہاں باندھا!" حضرت نے پُرسوز لہجے میں فرمایا۔ پھر پوچھا "جب تم میدانِ عرفات میں کھڑے ہوئے تو تمہیں مشاہدے کا کشف بھی حاصل ہوا یا نہیں؟"

"حضرت میں سمجھا نہیں کیا مطلب؟" مسافر نے کہا۔